بحث ونظر

اسلامی معاشیات کے مصادر

ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی

معاشی افکار کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسان کی اپنی تاریخ۔ مگر حیطۂ تحریر میں محفوظ قدیم ترین افکار جن کا معاشی مورخین حوالہ دیتے ہیں وہ یونانی فلاسفہ اور رومی حکماء کی تحریروں اور ہندوستان کی قدیم کتابوں میں پائے گئے ہیں۔ عرب خصوصاً مکہ کے لوگ تجارت پیشہ تھے اور تجارت کے سلسلہ میں آس پاس کے ملکوں میں ان کی آمد ورفت بھی تھی، لیکن ان کی فکری تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روابط صرف مادی تجارت تک محدود تھے۔ عرب میں گنتی کے چند لوگ تھے جو کچھ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اسلام میں معاشی فکر کا ارتقاء اسلام کے ساتھ ساتھ شروع ہوا، جس کی بنیادیں اس کے اپنے اندر موجود تھیں۔ اس میں خارجی اثرات کی کارفرمائی نہیں رہی بلکہ ان کا وجود اور نشوو نما داخلی عوامل وتعلیمات کا مرہون منت رہا۔ بعد کی صدیوں میں خصوصاً یونانی ترجموں سے مسلم علماء یونانی نظریات سے آگاہ ہوئے تو انھوں نے ان کی حکیمانہ باتوں کو بھی اخذ کیا اور اسلام مخالف ومتضاد باتوں کے رد یا تطبیق کی کوشش کی۔ مسلمان حکماء کے یہاں جو "تدبیر منزل" کی بحث ملتی ہے اس کا اصل مآخذ یونانی فلسفہ ہے اور آگے کے دور میں جب یونانی علوم وافکار کے عربی سے لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں ترجمے ہوئے جن پر یورپی علماء نے اپنے سماجی ومعاشی افکار کی بنیاد رکھی تو ان کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے افکار بھی یوروپ میں منتقل ہوئے۔ یہ بات کہ اہل یورپ نے اپنے افکار کی بنیاد ان یونانی افکار پر رکھی جو عربی رابطوں سے ان تک پہونچے تھے، مشہور ماہر معاشیات جوزف شمپیٹر نے بھی قبول کی ہے[1] اور اس بات کا ثبوت کہ عہد وسطیٰ کے علماء یورپ مسلمان حکماء کے افکار ونظریات سے واقف ومتاثر تھے اس سے ملتا ہے کہ ان کی کتابوں میں ابن سینا الغزالی، ابن رشد، ابن طفیل، ابن ماجہ وغیرہ کے حوالے بکثرت پائے جاتے ہیں۔

پیش نظر مضمون میں اسلامی معاشیات کے مختلف مصادر و مآخذ کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی مدد سے اسلامی معاشی فکر کی تاریخ کے بعض گم گشتہ اوراق کی تلاش آسان ہونے کے ساتھ ساتھ نئے مسائل کے حل میں ان سے بھی مدد لی جاسکے گی لیکن سب سے پہلے اسلامی معاشیات کے دائرہ کا تعین کرلینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اسلامی معاشیات کا دائرہ

ہم نے اس مضمون میں اسلامی معاشیات کا وسیع مفہوم لیا ہے جس کے تحت وہ تمام اصول و تعلیمات داخل ہیں جو اسلام کے بنیادی ماخذ میں صراحۃً مذکور ہیں۔ نیز معاشی مسائل کے حل میں قرآن و حدیث، اجتہاد اور قواعد فقہ کی مدد سے امت کے علماء و مجتہدین نے جو کوششیں کی ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر علوم و فنون سے متعلق تصنیفات میں مسلمان علماء کی معاشی رائیں، سفارشات، پسند و ناپسند اور حمایت و مخالفت کا اظہار بھی اسلامی معاشیات کا ورثہ ہیں، بشرطیکہ اسلامی روح اور اسلامی تعلیمات کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ان کا اظہار ہوا ہو اور وہ کسی واضح اسلامی حکم کے منافی نہ ہو۔ اسی طرح نئے معاشی مسائل کے سلسلہ میں مسلم ماہرین معاشیات آئندہ جو حل پیش کریں گے وہ بھی مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اسلامی معاشیات کا حصہ متصور کیے جائیں گے۔

آیئے دیکھیں اس وسیع معنی میں اسلامی معاشیات کے کیا کیا مصادر و مآخذ ہو سکتے ہیں۔

قرآن

قرآن مجید اسلامی معاشیات کا سب سے بنیادی اور اہم ترین مآخذ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کے لیے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اس میں اللہ رب العالمین کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے طور طریقے بتائے گئے ہیں۔ یہ کوئی معاشیات کی کتاب نہیں ہے لیکن چونکہ معاش انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے اس لیے اس میں معاشی امور سے متعلق بھی ہدایات ہیں۔ اس میں کچھ تفصیلی معاشی احکام دئے گئے ہیں اور کچھ اصولی احکام مثلاً وراثت کی تقسیم، زکوٰۃ

کے مستحقین، اموال فیٔ وغنائم کی تقسیم، سود کی حرمت اور بیع کی مشروعیت وضاحت سے بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح باطل طریقوں سے کسی کے مال کو کھانے اور فضول خرچی سے ممانعت آئی ہے اور کفایت شعاری ومیانہ روی اپنانے کی اصولی ہدایت دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ حلال وحرام کا تصور، کائنات میں انسان کی حیثیت، عقیدہ آخرت اور ثواب وعقاب وغیرہ کے تصورات بھی معاشی رویہ پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔

احادیث

قرآن کے بعد اسلامی معاشیات کا دوسرا بنیادی اور اہم ماخذ احادیث ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات، آپؐ کے عملی نمونے اور آپ کی موجودگی میں کیے جانے والے اعمال شامل ہیں جنھیں آپ نے پسند فرمایا یا کم از کم نکیر نہیں فرمائی۔ احادیث میں بالعموم قرآنی تعلیمات کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں یا ان کے علاوہ کچھ اضافی احکام یا اصول بھی دیئے گئے ہیں۔

کچھ معاشی تعلیمات اور اصول جو احادیث سے معلوم ہوئے ہیں بطور مثال ذیل میں درج ہیں، زکاۃ کے نصاب کی تفصیلات، عشر، خراج اور جزیہ کے احکام، تجارت کے تفصیلی احکام وفضائل، ربا الفضل اور ربا النسیۂ کی بحث، مضاربہ، مزارعہ، مرابحہ، مساقاۃ وغیرہ، ذخیرہ اندوزی کی ممانعت، قمار وغرر والے معاملات کی نشاندہی اور ممانعت، قیمتوں کی تعیین میں بے جا دخل اندازی سے انکار۔ مزدوروں اور محنت کشوں کے حقوق کی رعایت، وغیرہ۔

قرآن وسنت اسلام کے اصل اور بنیادی مآخذ ہیں۔ قرآن رہتی دنیا تک کے لیے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کی آخری الہامی کتاب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کی تکمیل ہوئی اور آپؐ کی سنت کے ذریعہ اس کی تبیین وتفسیر۔ جب وحی کا سلسلہ جاری تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے اس وقت کسی بھی پیش آمدہ مسئلہ میں رہنمائی وحی الٰہی یا القاء نبوی کے ذریعہ براہ راست ہوجاتی تھی مگر آپؐ کی رحلت کے بعد یہ دونوں سلسلے منقطع ہوگئے۔ اب تاقیامت پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لیے علماء نے قرآن وحدیث سے اخذ کرکے کچھ اصول بنائے ہیں۔ معاشی مسائل کے استخراج میں بھی ان اصولوں سے کام لیا گیا ہے۔ ان اصولوں میں سے اجماع وقیاس کو بنیادی اہمیت

حاصل ہے۔ بقیہ کو ثانوی مآخذ کا نام دیا جا سکتا ہے ذیل میں ان مآخذ کا مختصر تذکرہ پیش ہے۔

اجماع

کسی زمانہ میں اجتہاد کی اہلیت رکھنے والوں کا کسی مسئلہ میں ایک حکم پر اتفاق کر لینا اصطلاح شریعت میں اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کے اصول ہونے پر سب سے اہم دلیل وہ حدیث نبوی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کسی غلط بات پر اجماع نہیں کر سکتی ہے[۱۵] ان مسائل میں جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ اجماع یا کسی متفق علیہ رائے پر پہنچنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس عہد کے علماء و ماہرین بحث و تحیص سے کسی رائے پر پہنچیں، اسی طرح یہ اجماع اجتماعی اجتہاد کا نتیجہ ہوگا۔ معاشی امور سے متعلق اجماعی فیصلے کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ ایک پوتا اپنے دادا کے ترکے میں وارث نہیں ہو سکتا اگر دادا کی زندگی ہی میں اس پوتے کا باپ انتقال کر گیا ہو اور دادا کی وفات کے وقت متوفی کا کوئی اور لڑکا (پوتے کا چچا) موجود ہو۔

۲۔ مانعین زکاۃ سے جنگ پر اجماع۔

۳۔ کسی ایسے سامان کے خریدنے کا جواز جو ابھی بنا نہیں ہے جسے فقہاء کی اصطلاح میں استصناع کہتے ہیں۔

۴۔ مفتوحہ زمینوں کو ان کے سابق مالکوں کے ہاتھ میں باقی رکھ کر خراج وصول کرنا۔

قیاس

کسی معاملہ میں موجود حکم کو کسی نئے معاملہ میں اشتراکِ علت کی وجہ سے جاری کرنا قیاس کہلاتا ہے۔ اس کی مشہور مثال شراب کی حرمت ہے جس کی علت نشہ ہے۔ اب کوئی بھی نئی چیز جو نشہ آور ہو حرام قرار پائے گی۔ اسی طرح ربا الفضل اور ربا النسیئہ کے سلسلہ میں چھ اشیاء کا ذکر آیا ہے لیکن فقہاء نے کیل و وزن یا ثمنیت وطعمیت کو حرمت کی علت قرار دے کر اس کا حکم دیگر ان اشیاء پر بھی لگایا ہے جن میں یہ علت پائی جائے۔

چونکہ قرآن و حدیث میں احکام محدود و متناہی ہیں اس لیے نئے مسائل میں حکم معلوم کرنے کے لیے قیاس نہایت قابل اعتماد ذریعہ ہے۔ قیاس کے ذریعہ معاشی معاملات میں

بے شمار احکام طے کیے گئے ہیں۔ مثلاً بیع سلعات پر قیاس کرکے اجارہ کے احکام کی تفصیلات، کیونکہ اجارہ خدمات کی بیع ہے۔ اسی طرح یتیم کی ولایت کے منصوص احکام ہیں اس پر اوقاف کو بھی قیاس کرکے اس کے احکام مرتب کیے گئے ہیں کیونکہ دونوں وظائف یکساں ہیں، عہد حاضر میں بنکنگ، انشورنس، بیرونی تجارت، کرنسیوں کے تبادلے، کمپنیوں کے حصص و تمسکات وغیرہ نہ جانے کتنے جدید مسائل ہیں جنھیں حل کرنے کے لیے ماہرین اسلامی معاشیات نے اسی بنیادی آلہ سے زیادہ تر مدد لی ہے اور اب بھی لے رہے ہیں۔

استحسان

استحسان کے لفظی معنی ہیں احسن کو ترجیح دینا۔ اصول شریعت کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں کسی مسئلہ میں قیاس جلی کو چھوڑ کر ایسے قیاس خفی کو ترجیح دینا جو لوگوں کے لیے زیادہ موافق حال ہو جس سے کسی مشقت کا ازالہ ہو سکے [۳۳] مثلاً مستحقین زکاۃ میں سے مؤلفۃ القلوب کو خارج کردینا۔

استصلاح یا مصالح مرسلہ اور سد ذرائع

استصلاح کے معنی ہیں مصلحت بینی اور مصالح مرسلہ سے مراد ایسی مصلحتیں ہیں جن میں کوئی حکم نہیں ہے۔ چونکہ شریعت کے بنیادی مقاصد میں منفعت کا حصول اور مضرت سے حفاظت شامل ہے اس لیے اس طرح کی کسی مصلحت کے پیش نظر کسی نئی حکم سازی کو استصلاح یا مصالح مرسلہ سے تعبیر کیا گیا ہے [۳۴] مثلاً مصالح کے پیش نظر نئے ٹیکس عائد کرنا، تسعیر یا قیمتوں کا کنٹرول، بیت المال سے سڑکوں اور مسافر خانوں کی تعمیر اور دوسرے فلاحی کام انجام دینا، وغیرہ۔

استحسان اور استصلاح کو بعض اصولیین نے ایک ہی معنی میں لیا ہے۔ ان مآخذ کا موازنہ فلاح عام (Public Welfare) یا عوامی فلاح (General Welfare) جیسے معاصر تصورات سے کیا جا سکتا ہے۔

استصلاح کے لیے ضروری ہے کہ وہ شریعت کے مقاصد اور روح سے ہم آہنگ اور معقول ہو اور کسی عام مشقت کو دفع کرنے کے لیے ہو۔

عرف، استصحاب اور اباحت اصلیہ

شریعت نے یہ نہیں کیا ہے کہ جتنے موجودہ رسم ورواج ہوں انھیں ہٹا کر ان کی جگہ بالکل نئے حالات پیدا کرے۔ بلکہ شریعت کا موقف یہ ہے کہ موجودہ طور طریقوں میں سے جتنا حصہ درست ہو اسے اختیار کرلیا جائے۔ چنانچہ جو معاملات اور طور طریقے لوگوں میں معروف و مروج ہوں انھیں اپنا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ کسی صریح حکم کے خلاف نہ ہوں۔ وہ معاشی امور جو معاشرہ میں رواج پا گئے ہوں اور ان کے بارے میں نصوص شرعیہ سے کچھ صراحۃً ثابت نہ ہو اور نہ وہ کسی شرعی حکم یا مصلحت سے متصادم ہوں تو ایسے معاملات نہ صرف یہ کہ ممنوع نہیں ہوں گے بلکہ بعض اوقات لازم ہوں گے۔ اس ماخذ کی تعبیر عرف، استصحاب اور اباحت اصلیہ جیسی متقارب المعنی اصطلاحات سے مختلف دبستان فقہ میں کی گئی ہے۔ اس کی مثالیں ہیں بیع تعاطی، بخشیش، اصطناع، گرانی الاؤنس، وقف نامے کی تعبیرات اور دیگر بہت سے معاملات جن میں تفصیلات کا ذکر مفقود ہو۔

اسلامی معاشیات کے متفرق مصادر

اس مضمون میں اسلامی معاشیات کا وہ وسیع مفہوم ہے جس کے تحت سادے اور بنیادی معاشی افکار و احکام، معاشی افکار کے تجزیے، معاشی افکار کی تاریخ اور اسلامی معاشیات کے تحت آئندہ اٹھنے والے مسائل اور اس کے حل کے طریقے سبھی شامل ہیں۔ اب تک جو مصادر ہم نے اوپر بیان کیے وہ اصلاً اسلامی شریعت کا ایک جزء ہے اسی لیے اس کے خدوخال اور تفصیلات کے طے کرنے میں اور اس کے احکام کو مرتب کرنے میں ان ہی مصادر کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ نیز ان اصولوں اور قواعد کو بھی کام میں لایا جائے گا جو شریعت کے ان مصادر سے ماخوذ ہیں۔ مسائل کے حل کرنے میں قدماء کے اقوال، نتائج فکر اور نظائر سے بھی کافی مدد ملتی ہے۔ خاص طور سے اسلامی معاشی فکر کی تاریخ مرتب کرنے اور اسلامی معاشیات کی نظریہ سازی میں ان کا خاص حصہ ہے۔ اس طرح اسلامی معاشیات کے سلسلہ میں شریعت کے بنیادی اور ذیلی مصادر کے علاوہ کچھ اور مصادر بھی ہیں جنھیں ہم فروعی یا متفرق مصادر کا نام دے سکتے ہیں۔ ذیل میں اس طرح کے مصادر کا تذکرہ ہے۔

اصول فقہ

اصول فقہ میں زیادہ تر نصوص میں آنے الفاظ کے احکام سے متعلق قواعد ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے یا صرف جواز کے لیے۔ نہی تحریم کے لیے ہے یا کراہت کے لیے۔ عموم کے کیا صیغے ہیں اور نسخ و ترجیح کے کیا اصول ہیں۔ وغیرہ اس کا موضوع احکام اور ان کے دلائل ہیں جس سے اس علم میں بحث ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر اصول فقہ میں استنباط مسائل اور استدلال کے ان طریقوں سے متعلق بحث ہوتی ہے جو ایک جویائے حق کو لغزش سے محفوظ رکھ سکیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں وہ صحیح راہ پر گامزن رہتا ہے۔ اصول فقہ ایسے شخص کے لیے میزان کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر وہ فقہی احکام کو تول سکتا ہے۔

معاشی مسائل کے سلسلہ میں جو شخص قرآن و حدیث سے براہ راست رہنمائی چاہتا ہے اس کے لیے ان اصولوں سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

اصول فقہ سے متعلق جو تصنیفات ہیں خود ان کے اندر ضمنی طور پر بہت سی معاشی بحثیں آجاتی ہیں جو اسلامی معاشیات کی عمارت کی تعمیر میں ممد و معاون ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر الغزالیؒ کی معرکہ آرا کتاب المستصفی من اصول الفقہ میں ہمیں شریعت کے مقاصد، حاجات کے درجات اور نئے ٹیکسوں کے عائد کرنے سے متعلق بحث ملتی ہے جو کافی اہم ہے۔

قواعد فقہیہ

فقہاء عظام نے کتاب و سنت کے نصوص پر غور کر کے اور فقہی فروع کے استقراء و استنباط کے ذریعہ کچھ قواعد مرتب کیے ہیں جنھیں قواعد فقہیہ کا نام دیا گیا ہے یہ عام طور پر شریعت کے اسرار و حکم پر مشتمل ہوتے ہیں۔ قواعد فقہیہ وہ کلی حکم ہیں جن پر بہت سی جزئیات منطبق کر کے ان کے حکم معلوم کئے جائیں۔ بالفاظ دیگر قاعدہ فقہیہ اپنے اندر ایک حکم رکھتا ہے جو اس کے تحت آنے والی تمام فروع پر منطبق ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج وہ قدیم ترین تصنیف ہے جس کے اندر کافی تعداد میں ایسے قواعد مذکور ہیں، بعد کے ادوار میں اس پر کافی کام ہوا۔ بعض مشہور قواعد فقہیہ جو معاشی امور کے حل میں بھی مؤثر ہوں گے، درج ذیل ہیں:

المشقة تجلب التيسير (مشقت آسانی پیدا کرنے کا باعث ہوتی ہے)، الضرار يزال

(ضرر رفع کیا جائے) اذا ضاق الامر اتسع (جب کسی معاملہ میں تنگی پیدا ہو تو وسعت پیدا کی جائے) العادة محکمة (عادت فیصلہ کن ہوتی ہے) المعروف عرفا کالمشروط شرطا (جو چیز کہ عرف کے طور پر ہے اسے شرط کے طور پر مشروط سمجھا جائے گا)

ضوابط فقہیہ

قواعد فقہیہ سے الگ ایک اور چیز ہے جسے ضوابط فقہیہ کا نام دیا گیا ہے۔ ضوابط فقہیہ کا دائرہ قواعد فقہیہ کے مقابلہ میں تنگ ہوتا ہے یہ صرف ایک فقہی موضوع سے متعلق ہوتا ہے جس کے تحت چند مسائل آتے ہیں دونوں کا فرق ظاہر کرتے ہوئے علامہ عبدالرحمان البنانی متوفی ۱۱۹۸ھ لکھتے ہیں: "قاعدہ فقہیہ ایک باب سے مختص نہیں ہوتا بخلاف ضابطہ فقہیہ کے"[۳۴] (جو کسی ایک باب سے متعلق ہوتا ہے)۔ ضوابط فقہیہ کی دو مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

"کل شئ خرج من الارض قل اوکثر مما سقت السماء او سقتها العیون ففیه العشر"[۳۵]

جو بھی چیز زمین سے اگے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اگر اس کی سینچائی بارش یا چشموں سے ہوئی ہے تو اس میں دسواں حصہ زکاۃ میں نکالنا ہے۔

علامہ قدوری باب السلم میں لکھتے ہیں:

"کل ما امکن ضبط صفتة ومعرفة مقداره جاز السلم فیه وما لا یمکن ضبط صفته ویعرف مقداره لا یجوز السلم فیه"[۳۶]

ہر وہ چیز جس کی صفت بیان کی جا سکے اور اس کی مقدار جانی جا سکے اس میں بیع سلم جائز ہوگی اور جس کی صفت پورے طور پر بیان نہ ہو سکے لیکن مقدار معلوم ہو سکے اس میں سلم جائز نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا ہر مثال کسی ایک خاص باب سے متعلق ہے اس لیے ان کا درجہ ان قواعد کا نہیں ہے جو مختلف ابواب کی بہت سی قسموں کو جمع کریں۔ یہ یاد رہے کہ بہت سے مؤلفین نے ضابطہ اور قاعدہ کی اصطلاحات میں کوئی فرق نہیں کیا ہے اور دونوں کو مترادف سمجھا ہے اور دونوں ہی کے لیے قواعد یا کلیات یا اصول کے الفاظ استعمال کیے ہیں حقیقۃً دونوں ایک نہیں ہیں۔

الاشباہ والنظائر

اسلامی ورثہ علوم میں اس عنوان سے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ الاشباہ والنظائر میں عام

طور پر ان مسائل سے بحث کی گئی ہے جو بظاہر ایک دوسرے سے متشابہ نظر آتے ہیں۔ لیکن کچھ مخفی اسباب کی بنا پر جنھیں ماہرین کی دوررس نگاہیں ہی گرفت کر سکتی ہیں اس کے حکم الگ ہوتے ہیں۔ الاشباہ والنظائر کے اکثر مؤلفین نے اپنی کتابوں میں قواعد فقہیہ، ضوابط فقہیہ اور الاشباہ والفروق (متشابہ ومتغائر) سبھی کو جمع کر دیا ہے۔ اس موضوع پر ہر مکتب فقہ میں متعدد تصنیفات ہیں ان کے اندر بھی معاشی امور سے متعلق جگہ جگہ گفتگو ملتی ہے۔

فقہ وفتاویٰ

فقہ ان تفصیلی احکام کا نام ہے جو کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ یا جنھیں اصحاب فقہ ودانش نے قیاس، تعلیل اور مقاصد شریعت کی روشنی میں طے کیا ہے۔ اسی طرح فتاویٰ ان رایوں کے مجموعے کا نام ہے جو پیش آمدہ مسائل میں کسی فقہ کی روشنی میں ظاہر کی جاتی ہیں۔ چونکہ معاشیات انسانی زندگی کا نہایت اہم پہلو ہے اس لیے ان کتابوں میں زندگی کے اس پہلو سے متعلق کافی ہدایات ملتی ہیں۔ راقم نے فقہ کی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد لابن رشد کی فہرست پر اس مقصد سے نظر ڈالی تو تین درجن سے زائد کتب کی تقسیم ایسی ملی جن کا معاشیات سے گہرا ربط ہے۔

تفسیری لٹریچر

چونکہ خود قرآن میں بہت سی معاشی تعلیمات آئی ہیں اس لیے مفسرین نے ان کی توضیح وتشریح میں اکثر اچھی معاشی بحثیں کی ہیں۔ مثال کے طور پر آیات ربا کی تفسیر میں علامہ فخرالدین رازی نے تجزیہ کر کے بتایا ہے کہ تجارتی سود بھی کیوں نہ حرام ہو۔[۵]

احادیث کی شرحیں

اسی طرح احادیث کی جو شرحیں لکھی گئی ہیں وہ بھی اسلامی معاشیات کا اہم ماخذ ہیں کیونکہ احادیث میں کچھ اور ہی زیادہ ہدایات آئی ہیں، ان کے شارحین ان کی شرح کرتے ہوئے جابجا معاشی تجزیے اور اجتہادی رائیں بھی پیش کرتے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ابھی ان شرحوں کا کم جائزہ لیا گیا ہے، ان کتابوں میں کافی مواد ملنے کی توقع ہے۔

سیاسی و معاشی تصنیفات

دور اول کے بعد سے تفاسیر و فقہ سے ہٹ کر بہت سی ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سیاسی، سماجی، اخلاقی و معاشی مسائل سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے۔ لٹریچر کی یہ تقسیم اپنی خاص نوعیت کی وجہ سے کمیت کے اعتبار سے اسلامی معاشیات کا سب سے بڑا مصدر ہے۔ کتاب الخراج، کتاب الاموال، الاحکام السلطانیہ، التبر المسبوک فی سیاستہ الملوک، سیاست نامہ، الحسبہ فی الاسلام، السیاستہ الشرعیہ، مقدمہ ابن خلدون وغیرہ اسی نوعیت کی کتابیں ہیں جن کے اندر اسلامی معاشی فکر کے بیش بہا خزانے پائے جاتے ہیں۔

اسرار و رموز شریعت

چونکہ معاشی تعلیمات احکام شرعیہ کا ایک حصہ ہیں اس لیے اس طرح کی تعلیمات کے اسرار و حکم پر گفتگو کرتے ہوئے بعض علماء نے بہت اہم معاشی بحثیں پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ میں احیاء علوم الدین للغزالی اور حجتہ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ الدہلوی کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

کتب تصوف

معاشی مسئلہ چونکہ انسانوں کے ہر طبقہ سے وابستہ ہے اس لیے علم کی ایک اختصاصی قسم بننے سے قبل ہر مکتب فکر نے اسے اپنا موضوع بنایا ہے۔ چنانچہ زہد و تصوف کے حامی علماء نے بھی اپنی تصنیفات میں معاشی سرگرمیوں سے بحث کی ہے بعض نے مستقل رسالے لکھے ہیں۔ ان کا زور عام طور پر اس امر پر رہا ہے کہ مادی وسائل کو بہت زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ مخلوق خدا کی بے لوث اور بے غرض خدمت کی جائے۔ وہ اس بات کے مبلغ رہے ہیں کہ روح انسانی کی نجات اس میں ہے کہ دنیا کی آلائشوں سے کٹ کر سرچشمۂ خداوندی سے جا ملے۔ انھوں نے خود بھی اس کا نمونہ پیش کیا، انھوں نے مادی ضرورتوں کو کم سے کم کیا اور ان صفات و حسنات کے حصول کی جد و جہد کی جن سے آخرت میں اس کے درجات بلند ہوں اور اس دنیا میں بھی مطمئن و پرسکون رہیں۔ اس طرح صوفیاء کرام کی تصنیفات بھی اسلامی

معاشی افکار کا ایک رخ پیش کرتی ہیں۔

کتب حکمت وفلسفہ

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ یونانی فلاسفہ کے یہاں معاشی افکار کئی صدی قبل مسیح سے پائے جاتے رہے ہیں۔ دوسری، تیسری صدی ہجری میں جب اس کے افکار عربی میں ترجمہ ہو کر پھیلے تو بہت سے حکماء اسلام بھی ان سے متاثر ہوئے۔ ایک طرف وہ یونانی فلاسفہ کی دانش وحکمت کی عظمت کے قائل رہے تو دوسری طرف اسلام کی صداقت وحقانیت کے۔ ان دونوں عوامل کے نتیجہ میں انھوں نے وسیع معنوں میں سعادت وفلاح کے حصول پر زور دیا۔ ان کا فکر آفاقی اور عقلیت پر مبنی تھا۔ انھوں نے عقل کی روشنی میں مثالی معاشرہ اور بہتر شخصی زندگی کے قیام پر زور دیا۔ انسانی مسائل کے سلسلہ میں ان کے منہج فکر نے ایجابی تجزیے کی ایک طرح ڈالی بقول پروفیسر محمد نجات اللہ صدیقی فلاسفہ کے مخصوص انداز فکر کی وجہ سے ان کا مرکز توجہ زیادہ تر کلی معاشیات کے مظاہر رہے جبکہ فقہاء نے جزئی معاشیات کے مسائل پر زیادہ توجہ صرف کی[۹]

فلسفہ اور تصوف کی کارفرمائی اور تاثیر کچھ خاص گروہوں تک محدود رہی جبکہ فقہی قوانین تمام ہی لوگوں کو حاوی تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلامی معاشی فکر کا اصل رخ فقہ ومتعلقات فقہ نے متعین کیا ہے۔ لیکن صوفیا، وفلاسفہ نے بھی اس مجموعہ علم کو گراں قدر عناصر عطا کیے ہیں۔ جن سے بعد کے ادوار میں ایک نفع بخش مرکب تیار کرنے کی راہ ہموار ہوئی ہے[۱۰]

خاتمہ کلام

گذشتہ صفحات میں ان تمام ممکنہ مصادر کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے جہاں سے اسلامی معاشیات کی عمارت کے لیے ضروری مواد مہیا ہو سکتا ہے۔ ان تمام مصادر میں قرآن وسنت ہی دو ایسے بنیادی مآخذ ہیں جنھیں الٰہی سرچشمہ کہہ سکتے ہیں۔ بقیہ تمام مصادر ان الٰہی سرچشموں اور عملی تجربات کی روشنی میں عقل ودانش کی کارفرمائی سے وجود میں آئے ہیں۔ اسلامی معاشی فکر کے ارتقاء اور معاشی مسائل کے حل کرنے میں عقل وتجربہ کا اہم رول رہا ہے۔ آج بھی اسلامی معاشیات کی نظریہ سازی اور تطبیق میں ان روایتی مصادر اور عقل وخرد دونوں کو کام میں لانے ہی سے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور موجودہ فرسودہ معاشی نظاموں کی جگہ

اسلام کا ہمہ جہتی ترقی یافتہ عادلانہ معاشی نظام ہم دنیا کو نعم البدل کے طور پر دے سکتے ہیں ۔

تعلیقات و مراجع

۱؎ شمپیٹر، جوزف، ہسٹری آف اکنامکس انلیسس (History of Economic Analysis)
لندن، ۱۹۷۲، صفحہ ۸۸

۲؎ ابن ماجہ۔ سنن۔ قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ ۵۴-۱۹۵۳ جلد ۲ ص ۱۴۳

۳؎ زرقا، محمد مصطفی۔ المدخل الفقہی العام، دمشق، ۱۹۶۵ ص ۷۷ ۴؎ ایضاً ص ۹۰

۵؎ البنانی، عبدالرحمن، حاشیۃ البنانی علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع، مصر ۱۹۱۳ء جلد ۲ ص ۲۹۰

۶؎ ابوعبید، کتاب الاموال۔ مصر، دار الشرق للطباعہ، ۱۹۶۸ ص ۶۸۴

۷؎ القدوری، احمد بن محمد، اللباب فی شرح الکتاب، تالیف عبدالغنی الغنیمی، مصر، مطابع دار الکتاب العربی
۱۹۶۱ء جلد ۲ ص ۲۵

۸؎ الرازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر، قاہرہ، المطبعۃ البہیۃ المصریہ، ۱۹۲۸ جلد ۵ ص ۹۲

۹؎ صدیقی، محمد نجاۃ اللہ Islamic Economic Thought: Faundation Evolution and Needed Direction in Readings in Islamic Econonic Though by Sadeq and Ghazali, Kaulalumpur Longman Malaysia 1992, P.15

۱۰؎ ایضاً۔

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی ایک اہم کتاب

ایمان وعمل کا قرآنی تصوّر

الطاف احمد اعظمی

○ ایمان وعمل کے مروجہ تصور کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ ○ قرآن وسنت کے نقطۂ نظر کی مدلل اور دلنشیں تشریح کرتی ہے۔ ○ ایمان وعمل کے تقاضے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ واضح کرتی ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ خوبصورت سرورق۔ صفحات ۲۸۰ قیمت ۲۵ روپئے لائبریری ایڈیشن ۳۰ روپئے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲